

ارمغانِ حجاز



اقبال

ارمغانِ حجاز

اُردو

اقبال

۱م = حضور حق
۲م = حضور برات
۳م = حضور ان

سرورده ۲۲
سار آریا ہے آریا در زیر آریا از نور نازک آریا
نفس گم کردی آریا جسید و با خبر آریا
تیر (خرب گھلا ری)

سرورده ۱
نور نازک آریا
نفس گم کردی آریا
تیر (خرب گھلا ری)

سرورده ۳
محو از رخ کلام عارفانہ
رخ کلام سریت عارفانہ
سرین لاله گویا لاندہن باغ
بیفت نام چو شبنم دازہ دانہ با

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست

۷۰/۹	ابلیس کی مجلس شوریٰ	۱
۷۱۳/۲۱	بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو	۲
۷۱۵/۲۳	تصویر و مصوّر	۳
۷۱۷/۲۵	عالم برزخ	۴
۷۲۱/۲۹	معزول شہنشاہ	۵
۷۲۲/۳۰	دوزخی کی مناجات	۶
۷۲۳/۳۱	مسعود مرحوم	۷
۷۲۶/۳۲	آوازِ غیب	۸

رُبَاعِیَات

- ۱ مری شاخ اٹل کا ہے شمر کیا ۷۲۹/۳۷
- ۲ فراغت دے اسے کارِ جہاں سے ۷۳۰/۳۸
- ۳ دگرگوں عالمِ شام و حاکم ۷۳۰/۳۸
- ۴ عنبرِ سی میں ہوں محسوسِ آسری ۷۳۱/۳۹
- ۵ حسرت کی تنگ دامانی سے منبریاً ۷۳۱/۳۹
- ۶ کہا اقبال نے شیخِ حرم سے ۷۳۲/۴۰
- ۷ کہن ہے ننگامہ ہاتے آرزو ۷۳۲/۴۰
- ۸ حدیثِ بندہ مومن دل آویز ۷۳۳/۴۱
- ۹ تیسرے خار و گل سے آشکارا ۷۳۳/۴۱
- ۱۰ نہ کر ذکرِ منراق و آشنائی ۷۳۴/۴۲
- ۱۱ ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے ۷۳۴/۴۲
- ۱۲ حسرت دیکھے اگر دل کی نگہ سے ۷۳۵/۴۳
- ۱۳ کبھی دریا سے مشیل موج ابھر کر ۷۳۵/۴۳

ملا زادہ ضمیمہ لولابی کشمیری کا بیاض

- | | | |
|--------|----|--|
| ۷۳۷/۲۵ | ۱ | پانی ترے چشموں کا تڑپتا ہوا سیما |
| ۷۳۸/۲۶ | ۲ | سوت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام |
| ۷۳۹/۲۷ | ۳ | آج وہ کشمیر ہے محکوم مجبور و فستیر |
| ۷۳۹/۲۷ | ۴ | گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو |
| ۷۴۰/۲۸ | ۵ | دراچ کی پرواز میں ہے شوکت شاہیں |
| ۷۴۱/۲۹ | ۶ | رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات |
| ۷۴۱/۲۹ | ۷ | نکل کر حنا نقا ہوں سے ادا کر رسم شہیری |
| ۷۴۲/۵۰ | ۸ | سجھنا لہولی بوند اگر تو اسے تو خیر |
| ۷۴۳/۵۱ | ۹ | کھنڈا جب چسپن میں کتب خانہ گل |
| ۷۴۴/۵۲ | ۱۰ | ازاد کی رک سخت ہے مانند رک سنگ |
| ۷۴۵/۵۳ | ۱۱ | تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ |
| ۷۴۶/۵۴ | ۱۲ | دگرگوں جہاں ان کے زورِ عمل سے |

۷۴۷/۵۵	۱۳	نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
۷۴۸/۵۶	۱۴	چہ کافرانہ قمارِ حیات می بازی
۷۴۹/۵۷	۱۵	ضمیمہ سربے تاجرانہ ضمیرِ مشرق ہے اہبانہ
۷۵۰/۵۸	۱۶	حاجت نہیں اے خطہٴ گل شرح و بیاس کی
۷۵۱/۵۹	۱۷	خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی
۷۵۱/۵۹	۱۸	اے عزمِ بلند اور آں سوزِ جگر اور
۷۵۲/۶۰	۱۹	غریب شہریوں میں سن تو لے مری فریاد



۷۵۳/۶۱	۱	سر الکبر حیدری
۷۵۳/۶۲	۲	صدرِ اعظم حیدرآباد و کن کے نام
۷۵۳/۶۲	۳	حضرت انساں



اُردو نظمیں

ابلیس کو مجلسِ خودی

ابلیس

- 1 یہ خاصہ کا پرانا کھیل! یہ دنیا ہے دروں! ساکنانِ عرشِ اعلم کہ تمناؤں کا خون!
- 2 ~~سنہیل~~ اگر کہ شہزادی بیچ آمان ہے وہ لاکھ پانچو
جنے اگر نام رکھا ہے جہان کاف و لوز
- 3 کون کر رہتا ہے اسے آتشِ خودی کو سرد
حک مٹھا مولیٰ میں برابلیس کا نندہ دروں
- 3 ~~میں نے~~ دکھلایا زندگی کو حرکت کا غریب
میں نے پہنچا توڑا یہ مسجد و دیرو کیسا خون!
- 4 ~~میں نے~~ ناداروں کو کھلایا ہمتا تقدیر کا
میں نے ہنسنے کو دیا سرمایہ دلداروں کا خون!
- 6 ~~میں نے~~ جگمگایا حکیمانِ خیر میں پاروں آسمان سے بلند
کون کر رہتا ہے اسے کلک کن کو سنگوں کا

ابلیس کی محاشورمی

۱۹۳۶ء

ابلیس

عین صبر کا پُرانا کھیل، یہ دنیائے فُوں
 ساکنانِ عشرِ اعظم کی تمستاقوں کا خون!
 اس کی بربادمی پہ آج آمادہ ہے وہ کارساز
 جس نے اس کا نام رکھا تھا جہاں کافونوں
 میں نے لکھ دیا فرنگی کو ملولیت کا خواب
 میں نے توڑا مسجدِ دُور و کلیسا کا فسوں

۱۰
 میں نے ناواروں کو سٹھلایا سبق تفتدیر کا
 میں نے منعم کو دیا سٹریڈی کا جنوں
 کون کر سکتا ہے اس کی آتشیں سوزاں کو سرد
 جس کے ہنگاموں میں ہو اے کس کا سوزوں
 جس کی شاخیں ہوں ہماری آبپاری سے بلند
 کون کر سکتا ہے اس نخل لہن کو سرد جنوں!

پہلا شیر

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ اے بلعیسی نظام
 پختہ تر اس سے ہوتے تھے غلامی میں عوام
 ہے ازل سے ان عنریوں کے مقدر میں سجد
 ان کی فطرت کا تقاضا ہے نماز بے قیام
 ارزوا اول تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
 ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

یہ ہماری سعی پیسہ کی کرامت ہے کہ آج
 صوفی و ملاطلو کیتے بستہ ہیں ہم
 طبعِ شرق کے لیے موزوں ہی افیون تھی
 ورنہ تو الٰہی سے کچھ کم تر نہیں وعلیم کلام!
 سہ طواف و حج کا سنگامہ الہی تو کیا
 کُن دہو کر رہ لیتی مومن کی تیغ بے نیام
 کس کی نو میدی پہ چھبتے ہیں نرمان جدید؟
 ہے جہاد اس دور میں مروجہ مسلمان پر حرام!

دوسرا شیر

خیر ہے سلطانِ جمہور کا غوغا کہ شر
 تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے باخبر!

پہلا شیر

ہوں ہرگز میری جہاں مہنی بتاتی ہے مجھے
 جو ملوکیت کا ال پروہ ہو گیا اس کے خطر!
 ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
 جب فراڈم ہوا ہے خود شناس و خود نگر
 کاروبار شہری کی حقیقت اور ہے
 یہ وجود میں و سلطان پر نہیں ہے منحصر
 مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
 ہے وہ سلطان، غیر کی کھیتی یہ ہو جس کی نظر
 تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نطنام
 چہرہ روشن، اندرول چنگیز سے تاریک تر!

تیسرا شیر

روحِ سلطانی ہے باقی تو پھر کیا خطِ سراج
 ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب
 وہ حکیم ہے تجلی ہو مسیح ہے صلیب
 نیست پیغمبر ہو لیکن درجِ نعلِ دار و کتاب
 کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہ پر وہ سوز
 مشرق و مغرب کی قوموں کے لیے روزِ حساب
 اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا طبیعتِ کافساد
 توڑ دی بندوں نے اقاؤں کے خمیوں کی طناب!

چوتھا شیر

توڑ اس کا رومۃ اللبر کے یوانوں میں دیکھ
 الٰہ سیر کو دکھایا ہم نے پھر سیر کا خواب

۱۲
کون بحرِ روم کی موجوں سے پے لپٹا ہوا
گاہ بالہ چوں صحنہ بزرگاہ نالہ چوں باب

تیسرا شیر

میں تو اس کی عاقبت بینی کا کچھ قائل نہیں
جس نے زافرنگی سیاست کو کیا یوں بے حجاب

چوتھا شیر

(ابلیس کو مخاطب کر کے)

اے ترے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار
تُو نے جب چاہا، کیا ہر پرولی کو آشکار
اب کل تیری حرارت سے جہانِ سوز و سار
اب جنت تری تسلیم سے دانائے کار

تجھ سے بڑھ کر فطرت آدم کا وہ مجرم نہیں
 سادہ دل بندوں میں جو مشورے پروردگار
 کام تھا جن کا فقط تقدیر و تسبیح و طواف
 تیری غنیمت سے ابتدا تک نہ خون و شرمسار
 کرچہ ہیں یہ زمریدانگہ کے ساتھ تمام
 اب مجھے ان کی فراست پر نہیں ہے اعتبار
 وہ یہودی فتنہ لڑوہ روح مزدک کا بڑو
 پھر باہر کو ہے اس کے جنوں سے تار مار
 زاع و شتی ہو رہا ہے ہر شاہین و چرخ
 کتنی سعادت سے بدلتا ہے مزاج روزگار
 چھالتی آشفتم ہو کر وسعت افلاک پر
 جس کو نادانی سے ہم سمجھے تھے اٹشتِ غبا
 فتنہ من و رالی سمیت کا یہ عالم ہے کہ آج
 کانیتے ہیں کو ہزار و مگر نزار و جوتبا

میرے آقا! وہ جہاں زیر و زبر ہونے کو ہے
جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار

ابلیس

(اپنے مشیروں سے)

ہے مرے دستِ تصرف میں جہاں ناک و بو
کیا زمین، کیا مہر، کیا آسمان، تو بتو
دیکھ لیں کے اپنی آنکھوں سے تماشاِ عرب و شرق
میں نے جب کر ما دیا اقوامِ یورپ کا لہو
کیا، امانِ سیاست، کیا کلیسا کے شیوخ
سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک نچو
کار کاہِ شیشہ جو ناداں سمجھتا ہے اسے
توڑ کر دیکھے تو اس تہذیب کے جام و سوا!

دستِ فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چال
 مزد کی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو
 کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ لرد
 یہ پریشاں وز کا ز آشفہ میمنہ ز آشفہ مؤ
 ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اُس اُمت سے ہے
 جس کی خاکستریں ہے اب تک شرارِ آرزو
 خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
 کرتے ہیں اشکِ سحر کا ہی سے جو ظالم و ضمو
 جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام سے
 مزدِ کینتِ فتنہ فردا نہیں، اسلام سے



جانتا ہوں میں یہ اُمتِ حاملِ قرآن نہیں
 ہے وہی ساری دنیا ہی بندہ مومن کا دیں

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری ات میں
 بے پیدھیا کے پیرانِ حرم کی آستیں
 عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے بے لیس کن یہ خو
 ہونہ جاسے اشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
 الحذر! آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر
 حافظِ ناموس بن، مردِ آزما، مردِ فانی
 موت کا پیغام ہر نوعِ عنلائی کے لیے
 نے کوئی غفور و خاقان نے فقیرِ ریشیں
 کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف
 منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے اپیں
 اس کے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
 پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمین!
 چشمِ عالم سے ہے پوشیدہ آئیں تو خوب
 غنیمت ہے کہ خود موہن ہے محرومِ نعمتیں

ہے یہی بہترین الہیات میں الجھار ہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھار ہے



توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات
ہونہ روشن اُس خدا اندیش کی تاریک رات
ابن مریم مرکیا یا زندہ جاوید سے
ہیں صفات ذات حق حق سے خدا یا عین ذات
انے والے سے مسیح ناصر ہی مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں سرزندہ مریم کے صفا
ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم
امت مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات
کیا سماں کے لیے کافی نہیں اس دور میں
یہ الہیات کے ترشے ہوئے لات و سنا؟

تم سے سب سے زیادہ رکھو عالم کدرا سے
 تابساط زندگی میں اس کے سب نمبرے ہوں تا
 خیر اسی میں ہے قیامت تاکہ سے مومن غلام
 چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہان بے بہت
 ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
 جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات
 ہر نفس تاہوں اس امت کی بیداری میں
 حقیقت جس کے وہیں کی احتساب کا نکتہ
 مست رکھو ذکر و فکر صبحی کا ہی میں اسے
 پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے



بڈھے بلوچ کی نصیحتیں بیلے کو

پتھر سے بیاباں کی ہوا تجھ کو لوارا

اس دشت سے بہت سے ہرنے دلی نہ بخارا

حسن مت میں چاہے صفتِ سیلِ واں پل

وادیِ میہ ساری ہے صحرا بھی ہمارا

غیرت سے بڑھی چپ ز جہان تک دو میں

پہناتی ہے درویش کو تاجِ سردارا

حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ نہ کر

کہتے ہیں کہ شیشے کو بنا سکتے ہیں خارا

انراو کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

ہر نر ہے ملنے کے معیت تدر کا ستارا

مخزم رہا دولتِ دریا سے وہ غمخو

کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنار

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد چوہاقت
 ہے ایسی تجارت میں سماں کا خسارا
 دنیا کو ہے پھر کر کہ رُوح و بدن پیش
 تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
 اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسا
 ابیس کو یورپ کی کشینوں کا سہارا
 تقدیرِ احمم کیا ہے، کوئی کہہ نہیں سکتا
 مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا
 اندر عمل مانا نسیا کان لہن سے
 شاہاں چہ عجب کربنوازند کدرا!



تصویر و مصوّر

تصویر

کس تصویر نے تصویر لہر سے
 نمائش ہے مری تیرے تیرے سے
 بسیکن کن دست درنا منصفی ہے
 کہ تو پوشیدہ ہو یہ مری نطن سے!

مصوّر

گراں ہے چشم سینا دیدہ و پر
 چہ چہ آغہ لہری شہر پر!
 جہاں بینی سے کیا لہری شہر پر!
 نطن زور و عنہم و سوز و تب و تاب
 تو اے ناداں، قناعت کہ خوب پر

تصویر

خبر عھتل و حسرد کی ناتوانی
 نظر، دل کی حیاست جاودانی
 نہیں ہے اس زمانے کی تاز و تاز
 سزاوار حدیث لُن ترانی

مُصوّر

تو ہے میرے کمالا تہ نینر سے
 نہ ہو نو میہ د اپنے نقش کر سے
 مرے دیدار کی ہے ال یہی شرط
 کہ تو نہ پاں نہ ہو اپنی نظر سے



عالم برنج

مُردہ اپنی قبر سے

کیا شے ہے کس امر و زکا فروا سے قیامت
اے میرے شبستانِ لہن! کیا ہے قیامت؟

قبر

اے مُردہ صمد! تجھے کیا نہیں سلوم؟
ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت!

مُردہ

جس موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت
اُس موت کے پھنکے میں گرفتار نہیں ہیں

چہر چہند کہ نہیں مردہ صمدانہ و لیکن
 ظلمت کدہ خاک کے بیزار نہیں میں
 ہو روح پھر اک بار سوار بدن بار
 ایسی ہے قیامت تو خریدار نہیں میں

صدائے غیب

نے نصیب مارو کر ڈوم، نصیب دام و دو
 ہے فقط محکم قوم قوموں کے لیے مرل ابد
 بانائے اسرائیل ان کو زندہ کر سکتی نہیں
 روح سے تھا زندگی میں بھی تہی جن کا جسند
 مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
 گرچہ ہر ذمی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

قبر

(اپنے مرنے سے)

اے وطنِ عالم! تو جہاں میں بندہ محکوم تھا
 میں نہ سمجھی تھی کہ ہے کیوں خال میری سوزناک
 تیری میت کے مری تاریکیاں تاریک تر
 تیری میت کے زمیں کا پردہ ناموس حال
 احمذ محکوم کی میت کے سوا بار احمذ
 اے سرائیل! اے خدائے کائنات! اے جانِ پاک!

صدائے عجب

گرچہ ہر قسم قیامت کے نظامِ بہت و بود
 ہیں اسی اسلوب کے بے پردہ اسرارِ جو
 زلزلے سے کوہ و دریاؤں تے ہیں مانندِ حساب
 زلزلے سے دریاؤں میں تازہ چشموں کی نمود

چہرہ زنی تعمیر کو لازم ہے تخریب تمام
ہے اسی میں شکستِ زندگانی کی کشود

زمین

آہ یہ مرگ دوام آہ یہ رزم حیات
ختم بھی ہوگی کبھی کشمکشِ کائنات!
عقل کو ملتی نہیں اپنے بتوں سے نجات
عارفِ عامی تمام بندۂ لات مہنات
خوار ہوا کس قدر آدمِ بزواں صحنات
قلبِ نظر پر کراں ایسے جہاں کائنات

کیوں نہیں ہوتی سحرِ حضرتِ انساں کی رات؟



معزول شہنشاہ

ہو مبارک اس شہنشاہ کو فرحبام کو
 جس کی قربانی سے اسے اربوں کیت ہیں فاش
 شاہ ہے برطانوی مندر میں اک مٹی کا بُت
 جس کو کر سکتے ہیں جب چاہیں نجاری ماش ماش
 ہے یہ نیشک امیز افیوں ہم غلاموں کے لیے
 ساہرا نکلیس! مارا خواجہ تہ ویدر تراش



دورخی کی مناسبت

اس دیر کھن میں ہیں عرض مند چباری
رنجید بتوں سے ہوں تو کرتے ہیں خدا یاد
پوچھا بھی ہے بے سوؤ نمازیں بھی ہیں بے سوؤ
قسمت ہے عنسیر ہوں کی وہی نالہ و سیرا
ہیں گرچہ پلندہ می میں عمارات فلک بوس
شہر حقیقت میں ہے ویرانہ آباد
تیشے کی کوئی گردش تیر تو دیکھے
سیراب ہے پرویز، جگر شنہ ہے فرہاد
یہ علم، یہ حکمت، یہ سیاست، یہ تجارت
جو کچھ ہے، وہ ہے فنکار ملک کانہ کی احباب
اللہ! ترا شکر کہ یہ خطہ پر سوز
سوڈا رپورٹ کی عنلامی سے ہے آزاد!

مسعود مرحوم

یہ مہر و مہ، یہ ستارے یہ آسمان کبود
 کسے کہے کہ یہ عالم عدم ہے یا کہ وجود
 خیالِ جاوید و نازلِ فسانہ و افسوں
 کہ زندگی ہے سہرا پارِ حیل بے مقصود
 رہی نہ آہ، زمانے کے ہاتھ سے باقی
 وہ یادگارِ کمالاتِ احمد و محمود
 زوالِ علم و ہنسِ مرگِ ناکہاں اس کی
 وہ کارواں کا مستباحِ گراں بہا مسعود!
 مجھے زلاتی ہے اہل جہاں کی بیدرومی
 فغانِ مرغِ سحرِ خواں کو جانتے ہیں سرو
 نہ کہہ کہ صبر میں پنہاں ہے چارہٴ غم دوست
 نہ کہہ کہ صبرِ معائنے موت کی ہے کشود

۳۲
”وَلَيْكُمُ الْعَاشِقُ وَصَاحِبُهُ بَدَلٌ كَسَنَكِ اسْت
زَعَشَقُ تَابِ صَبُورِي مِزَارِ فَرْسَنَكِ اسْت“
(سعدیؒ)

نہ مجھ سے پوچھ کہ عمر لریز یا کیا ہے
کے خبر کہ یہ میرناک و سیمیا کیا ہے
ہوا جو حال سے پیدا، وہ حال میں ستور
مگر غیبِ صغریٰ ہے یا فنا، کیا ہے!
عبارتِ راہ کو بخشا کیا ہے، وقیح بال
خبر و بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے
دلِ نطنج بھی اسی آبِ گل کے ہیں اعجاز
نہیں تو حضرت انساں کی انتہا کیا ہے؟
جہاں کی رُوحِ رواں لالہ، الّاھو!
میخ و میخ و چلیا، یہ ماہِ سہرا کیا ہے!
قصاصِ خونِ مستاکا کا مانگے کس سے
گناہ کار ہے کون، اور خوں بہا کیا ہے

غم میں مشو کہ یہ بند جہاں گرفتاریم
 طلسم ہا شکند ال دے لے کہ ما داریم

خودی ہے زندہ تو ہے موت ال مقام حیات
 کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحان ثبات

خودی ہے زندہ تو دریا ہے بے کرا نہ ترا
 ترے فراق میں مضطرب ہے موج نیل و فرات

خودی ہے مردہ تو مانند گاہ پیش نسیم
 خودی ہے زندہ تو سلطان جملہ موجودات

بنگاہ ایک شہتلی سے ہے اگر محروم
 دو صد ہزار شہتلی تلافی مافات

مستام بندہ مومن کا ہے ورانے سپہر
 زمیں سے تا بہ ثریا تمام لات و منات

حریم ذات ہے اس کا نشین ابندی
 نہ تیرہ خالِ لحد ہے نہ جلوہ گاہِ صفات

خود آگہاں کہ ازیں خالداں بروں بستند
طلسم مہر و سپہر و ستارہ شکستند

اوازِ غیب

اتی ہے دم صبح صدا عرشین میں سے
لھویا کیا کس طرح ترا جوہر اوراں!
کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جلا چال
نوطن باہر و باطن کی خلافت کا سزاوار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلام حسن خاشاک
مہر و مہ و انجہم نہیں محکم تھے کیوں
کیوں تیری نگاہوں سے لہزتے نہیں افلاک

اب تک ہے رواں لہو تیری رگوں میں
 نے گرمی انکار، نہ اندیشہ بے باک
 روشن تو وہ ہوتی ہے جہاں ہیں نہیں ہوتی
 جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگر پاک

باقی نہ رہی تیری وہ آتشی نہ ضمیری
 اے شہتہ سلطانی و ملانی چو پیری!



رُباعیت



مری شاخ اہل کا ہے شرکیا
 تری تفت دیرلی مجھ کو خبر کیا
 کل کل کی ہے محتاج کشوداج
 نسیم صبح منہ پر نطس کیا



فراغت دے اُسے کارِ جہاں سے
 کہ چھوٹے نفیس کے امتحاں سے
 ہوا پیری سے شیطان کہ نہ اندیش
 گستاخ تازہ تر لائے کہاں سے!



وگر کون عالمِ شام و سحر کر
 جہاں خشک و تر زیر و زبر کر
 ہے تیری حسدائی و اغ سے پاک
 مے بے ذوق سجدوں سے حسد کر



عنبر ہی میں ہوں محسوسِ مسیری
 کہ نعتِ منے سے میری فحش تیری
 حذرِ اس قدر رویشی سے ہے جس نے
 مسلمان کو کھادی سنزیری!



خرد کی تنگ دمانی سے منیر
 تجلی کی منیراوانی سے منیر
 گوارا ہے اسے نطشہ غمیر
 زندگی ناما سلمانی سے منیر!



کہا اقبال نے شیخ حرم سے
 تہ محراب مسجد سویا کون
 بند مسجد کی دیواروں سے آئی
 فرنی بت کدے میں لھو کیس کون؟



گھن پنکامہ ہائے آرزو
 کہ ہے مرد مسلمان کا لہو
 بتوں کو میسر ہی دینی مبارک
 کہ ہے آج ایشیا کا لہو



حدیثِ بندِ مومن دل آویز
 جگر پرخوں، نفسِ روشن نگہ تیز
 میسر ہو کے دیدارِ اس کا
 کہ ہے وہ رونقِ محسنِ کلمِ آہیز



تمیزِ خار و گل سے آشکارا
 نسیمِ نسیم کی روشنِ ضعیفی
 حفاظتِ پھول کی ممکن نہیں ہے
 اگر کانٹے میں ہو خوستے حسری



نہ کر ذکرِ سراق و آشنائی
 کہ اصل زندگی ہے خود نمائی
 نہ دریا کا زیاں ہے نہ نہر کا
 دلِ دریا سے گوہر کی جہتی



ترے پیام میں طوفان کیوں نہیں ہے
 خود ہی سیر میں سماں کیوں نہیں ہے
 عیب سے شکوہ تفتیریزواں
 تو خود تفتیریزواں کیوں نہیں ہے؟



جس رو کیے اگر دل کی نگہ سے
 جہاں روشن ہے نورِ لا الہ سے
 فقط ال اگر دشنِ شام و سحر
 اگر دیکھیں سرِ غم سے



کبھی دریا سے مثل موجِ بحر
 کبھی دریا کے سینے میں اتر کر
 کبھی دریا کے گل سے لڑ کر
 مہم تمام اپنی خودی کا فاش تر کر!

نذر ایستم از دل کی نگردد
 جان ازین تقدیرت نام
 نفع و زیان هر دو در
 اگر بپوشد

که بپوشد
 که بپوشد
 تمام ازین جور گمانا

ملا زادہ بیہ لولا کی شہری کاغذیں



پانی ترے چشموں کا ترپتا ہوا سیلاب
مرغانِ ستیری فضاؤں میں ہیں بیتاب

اے وادی لولاب!

گر صاحبِ پنکام نہ ہوں نہ مجرب
وہیں بن قدموں کے لیے ہوتے یا خواب

اے وادی لولاب!

ہیں سارے موقوف نوا ہاے بگر سوز
ڈھیلے ہوں الرمار تو بیکار ہے مضراب

اے وادی لولاب!

ملا کی نظر نورِ فراست سے ہے حتمالی
 بے سوز ہے سچا نہ بھوننی کی مے تباب
 اے وادیِ لولاب!

بیدار ہوں دل جس کی فغانِ سحری سے
 اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے نایاب
 اے وادیِ لولاب!



موت سے اک سخت تر جب کا غلامی ہے نام
 مسکرو فنِ خواب کی کاشن سمجھت غلام
 شرعِ ملوکانہ میں جدتِ احکام دیکھ
 صُور کا غوغا سلالِ حشر کی لذت حرام
 اے کہ غلامی سے ہے رُوحِ تیری مُسحَل
 سینہ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام!



آج وہ کشمیر کے محکوم و مجبور و فقیر
 کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایرانِ شیر
 سینہ اسلاک سے اٹھتی ہے اہ سو مال
 مرد حق ہوتا ہے جب مرعوب سلطان و امیر
 کہہ رہا ہے داستانِ بید روی ایام کی
 کوہ کے دامن میں غمِ غم نہ وہ پھان پیر
 آہ! یہ قوم نجیب و چرب بست و تر دماغ
 ہے کہاں روزِ مسکافات اے خدا تو کیر؟



گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لو
 تھر تھرا تا ہے جہانِ چار سوسے ورنہ بو

پاک ہوتا ہے وطن و تھمیں سے انساں کا ضمیر
 کرتا ہے ہر راہ کو روشن چرخِ ارزو
 وہ پُرانے چالک جن کو عقل سی سکتی نہیں
 عشق سیتا ہے انھیں بے سون و تار ز نو
 ضربتِ پیہم سے ہو جاتے اُخر پاش پاش
 حاکمیت کا بت سنگین دل و آہرینہ



دُراج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں
 حیرت میں ہے صیادِ شاہیں ہے کہ دُراج!
 ہر قوم کے انسان میں پیدا ہے ملام
 مشرق میں ہے فرائے قیامت کی ہوج
 فطرت کے تقاضوں سے ہوا حشرِ محبوب
 وہ مردہ کھتا بانگِ سرایل کا محتاج



زندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات
 مگر حیرت ہے کہ مشہور نہیں ان کے کرامات
 خود سیری و خود داری و گلبانگ اناحق
 آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات
 محکوم ہو سالک تو یہی اس کا پہلا دست
 خود مردہ و خود مرتد و خود مرل معاجات!



نکل کر حنلقا ہوں ادا کر رسم شبتیری
 کہ نصرت خائف تاپی ہے فقط اندوہ و لکھیری
 ترے مین ادب سے آرپی ہے بوئے سہانی
 یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

شیاطینِ ملولیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
 کہ خود نچھپ کر دل میں ہو پیدا ذوقِ نچھپیری
 چہ بے پروا لذت مند از نوای صبح کا ہن
 کہ بڑواں شور و ستی از یہ شہماں کشمیری!



سمجھا لو کی بوند اگر تو اسے تو حسیہ
 دل آدمی کا ہے منقطع ال جذبہ بند
 گردشِ مہ و ستارہ کی ہے ناکوار اسے
 دل آپ اپنے شامِ سحر کے نقشِ بند
 جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار
 ممکن نہیں کہ سڑ ہو وہ خالِ ارجمند





کٹھن صاحب چمن میں کتب خانہ کل
 نہ کام آیا ملا کو علم کتابی
 متانت شکن تھی ہوا رہے بہاراں
 غزل خواں ہوا سپر اندرابی
 کہ لالہ آتشیں پیرین نے
 کہ اسرارِ جبال کی ہوں میں بے حجابی
 سمجھتا ہے جو موت خوابِ کدو
 نہاں اس کی تعمیر میں ہے خرابی
 نہیں زندگی سلسلہ روز و شب کا
 نہیں زندگی مستی و نیم خوابی
 حیات است در آتشِ خود پیدین
 خوش اس دم کہ این گتہ را باز یابی

گر ز آتش دل شرارے بگیری
تو اں کرد زیرِ سنگ آفتابی



آزاد کی رک سختیے مانند رک سنگ
محلوم کی رک نرم ہے مانند رک تاک
محلوم کا دل مُردہ و افسردہ نومید
آزاد کا دل زندہ و پرسوز و طرب ناک
آزاد کی دولت دل روشن، نفس گرم
محلوم کا سرمایہ فقط دیدہ نم ناک
محلوم ہے بیگانہ اخلاص مروت
چرچند کہ منطق کی دلیلوں میں ہے چالاک
ممکن نہیں محلوم ہو آزاد کا ہمدوش
وہ بندہ افلاک ہے، یہ خواجہ مافلاک



تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ
 کوئی بتائے یہ مسجد ہے یا کہ مسجد نہ
 یہ راز ہم سے چھپایا ہے میرا اعطانی
 کہ خود حرم ہے چہ پر اراغ حرم کا پروانہ
 طلسم بے خبری، کافنری وین واری
 حدیث شیخ و بزرگ من فسون افسانہ
 نصیب خط ہو یارب وہ بندہ درویش
 کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیم
 چھپے رہیں گے زمانے کی آنکھ سے کب تک
 گھر ہیں اب ولہ کے تمام یک دانہ





وگرنوں جہاں اُن کے زورِ عمل سے
 بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے
 منہ ختم کی تقویمِ سرودا ہے باطل
 گمراہی آسماں سے پُرانے ستارے
 ضمیرِ جہاں اس قدر آتشیں ہے
 کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے ستارے
 زمین کو فراغت نہیں زلزلوں سے
 نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے
 ہمالہ کے چشمے اُبلتے ہیں کب تک
 خضر سوچتا ہے وگرنے کے کنارے!





نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
 کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
 کمالِ صمدق و مروّت کے زندگی ان کی
 معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
 قلندرانہ اوامیں، کنگدرانہ جلال
 یہ اہمستیں ہیں جہاں میں برہنہ شیریں
 خودی سے مرد خود آگاہ کا جمال و جلال
 کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں
 شکوہِ عجب کا منکر نہیں ہوں میں، لیکن
 قبولِ حق ہیں فقط مردِ حُر کی تفسیریں
 حکیمِ مہرِ نواؤں کا راز لیا جانے
 وراے عقل ہیں اہلِ حُبّوں کی تدبیریں



چه کافرانان قمار حیات می بازی
 که بازمانه بسازی بخود نمی سازی
 و کبر بدمد رسد بهای حرم نمی بینم
 دل حبسید و نگاه غم زالی و رازی
 بحکم مفتی اعظم منم که فطرت ازلیست
 بدین صعوته حرام است کاشبازی
 همان فقیر ازل گفت جبره شایین ا
 با سماں کروی بازی نه پروازی
 منم که توبه نه کردم ز مناش کونی ما
 ز بیم این که سلطان کنند عثمازی
 بدست مانده سر قند و نه بخارا ایست
 و عجب بجز فقیران به زل شیرازی



ضمیر مغرب کے تاجرانہ، ضمیر مشرق سے اسپانہ
 وہاں دگرگوں ہے لفظ لفظ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ
 کنارِ دریا حضرت نے مجھ سے کہا بہ اندازِ محراب
 سکندری ہو، سکندری ہو یہ سب طریقے ہیں ساحر
 حرف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایانِ خاقا ہی
 انھیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شوق نہ ہو سنا
 غلام قوموں کے علم و فکر کی ہے یہی مرآۃ
 زمین اگر تنگ ہے تو کیا ہے فضائے کردوں سے لے کر انہ
 خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی
 عمل سے فارغ ہو اسماں بنا کے تقدیر کا بہا

مری اسیری پہ شاخِ گل نے یہ کہہ کے صیاد کو زلایا
کہ ایسے پرسوزِ نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پہ آشیانہ



حاجت نہیں اے خطہٴ گل شرحِ نبیاں کی
تصویرِ ہمسائے دلِ پرخوں کی ہے لالہ
تقدیر ہے اک نامِ مکافاتِ عمل کا
دیتے ہیں یہ معین نامِ خدا یانِ ہمالہ
سرمایہ کی جواؤں میں ہے غریاں بدن اس کا
دیتا ہے ہنسنِ جس کا امیروں کو دوشاخ
اُمید نہ رکھ دو لستِ دنیا سے وفا کی
زم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ





خود آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی
حرام آتی ہے اس مردِ مجاہد پر زہ پوشی



اں عزمِ بلند اور اں سوزِ جگر اور
شمشیرِ پدرِ خواہی بازو سے پدر اور





غریب شہر ہوں میں بسن تو لے مری فریاد
 کہ تیرے سینے میں بھیجوں قیامتیں آباد
 مری نوائے غم کو وہے ہمتِ سعِ عزیز
 جہاں میں عام نہیں دولتِ دلِ ناشاد
 گلہ ہے مجھ کو زمانے کی کورِ ذوقی سے
 سمجھتا ہے مری محنت کو محنتِ فریاد
 ”صدائے تیشہ کہ برسنگ میخورد و لگڑ است
 خبر بلی کہ آواز تیشہ و جگر است“

* صدائے تیشہ الخ یہ شعر مرزا جانجناں منظر علیہ الرحمۃ کے

مشہور بیاض حسنہ لفظہ جو اہر میں ہے

سرگرم جیدی صدرِ عظیمِ حیدرآباد دکن کے نام

یومِ اقبال کے موقع پر تو شہ خانیہ حضور نظام کی طرف سے جو صاحبِ عظیم
کے ماتحت ہے، ایک ہزار روپے کا چیک بطور توجہ موصول ہونے پر

تھایہ اللہ کا فرماں کہ شکوہ پرویز
دوست لندرو کہ ہیں اس میں ملو کا نہ صفات
مجھ سے فرمایا کہ لے، اور شہنشاہی کر
حُسنِ تدبیر سے دے آئی و فانی کو شہیت
میں تو اس بار امانت کو اٹھانا سرِ دوش
کامِ درویش میں ہر تلخ ہے مانندِ نیت
غیرتِ نصرت مگر کرنے سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے ہے میری خدائی کی زکات!



حُ سین احمد

عجم هنوز نداند روزِ دین، ورنہ
 ز دیوبند حسین احمد! این چه بواجبی است
 سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
 چه بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است
 مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہر جاہ است
 اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت انس

جہاں میں روشن بینش کی ہے کس وجہ از رانی
 کوئی شے چھپ نہیں سکتی کہ یہ عالم ہے نورانی
 کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا
 نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہاتے پہنانی

یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے منہ نزدیک آدم کو
 کہ ہر ستور کو بخشا گیا ہے ذوقِ عنبرانی
 یہی منہ نزدیک آدم ہے کہ جس کے اشکِ خمہ نہیں سے
 کیا ہے حضرتِ یزواں نے زریاؤں کو طوفانی
 فلک کو کیا خبرِ خیا کہ اس کو کوشش ہے
 غرضِ نجم سے ہے کس کے شبستاں کی گہبانی

اگر مقصودِ کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے
 مرے ہنس کا مہ ہاتے نوبہ نو کی انتہا کیا ہے؟

